اسلوب دعوت کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

محمد اکرم ورک*

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں، ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پر کشش کیوں نہ ہوں۔ اگر داعی کا طریق دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو بات ایک پہلو سے سمجھ نہیں آتی وہی بات جب دوسرے انداز میں سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اسی بات میں ہے کہ دوست دشمن سبھی پکار اٹھیں کہ تو نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں تصریف آیات اسی چیز کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَالِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(1)

''اور اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسالیب سے پیش کرتے ہیں، تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور وہ بول اٹھیں کہ تم نے اچھی طرح پڑھ کر سنا دیا۔ تاکہ ہم جاننے والوں کے لئے اچھی طرح واضح کر دیں''۔

قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرامؓ کو دعوت کے طریق کار اور اسالیب کی تعلیم دی۔ یہ ایک ایسی انفرادیت ہے جو اسلام کے علاوہ کسی بھی الہامی وغیر الہامی مذہب کو حاصل نہیں کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کے اصول پوری شرح وبسط سے بتائے ہوں۔ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

''یہ نکتہ کہ کس طرح لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ دنیا

---

* لیکچرار علوم اسلامیہ گورنمنٹ ڈگری کالج قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ

میں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا۔ وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کیلئے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے۔لیکن صحیفہ محمدی ﷺ نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے پیروؤں کو یہ بتایا کہ پیغام الٰہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کو قبولِ حق کی دعوت کس طرح دی جائے'' (2)

قرآن مجید نے اپنے مخصوص معجزانہ اسلوب کے مطابق دعوت کے اصول ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (3)

''(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو'

اس آیت مقدسہ میں دعوتِ دین کے تین بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریقِ احسن۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو ادا کرتے وقت ان اصولوں سے سرِمو انحراف نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے دعوتی کردار میں بھی ان اصولوں کا ہی غلبہ نظر آتا ہے۔ ایک غیر تربیت یافتہ داعی دعوتِ دین کے لئے کس قدر غیر موزوں ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

''ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لئے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوسکتا ہے اگر اس کے پیش کئے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے، اگر اس کا اندازِ خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا، اگر اس کی تبلیغ اخلاص وللہیت کے نور سے محروم ہوگی تو وہ اپنے سامعین

کو اپنی دعوت سے متنفر کردے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لئے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر و اکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پسِ پردہ کوئی دنیوی لالچ یا خوف و ہراس ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم کو دعوتِ اسلامی کے آداب کی تعلیم دی''۔(4)

گویا دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار داعی کا ہے، داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا عالم ہوگا اسی قدر اس کی دعوت مؤثر ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مؤثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ ﷺ کا ذاتی کردار تھا تو دوسری بنیادی وجہ آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور ان کے خاندانی و علاقائی پسِ منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی متعین طریقِ دعوت نہ تھا بلکہ مخاطبینِ دعوت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت بھی تبدیل ہو جاتا تھا۔ ایک جاہل، ان پڑھ اور اجڈ مخاطب کو دعوت کا انداز پڑھے لکھے اور شہر کے رہنے والے فرد سے مختلف ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ ہر داعی اسلام کے لئے اس حوالے سے دلچسپ بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کی صلاحیت کو پیشِ نظر رکھ کر اس کو دعوت پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ سے ملنے کے بعد لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سکھایا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دعوتِ دین کے ان ہی مختلف اسالیب کی تعلیم دی اور پھر صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور طرزِ عمل کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ ابو وائل سے روایت ہے:

كـــان عبـــدالـلّــه يـذكّـرالـنّـاس فـى كـل خـمـيـــس،فـقـــال لـــه رجـل:يـاابـا عبـدالـرحمنؓ!لوددت أنك ذكر تنا كل يوم،قـال :امـا إنه يمنعني من ذالك أني أكره أن أملّكم،واني أتخوّلكم بالموعظة كما كان النبـي ﷺ يتـخـوّلـنـابهـا مخـافة السـآمة علينا(5)

''عبداللہؓ بن مسعودؓ لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا:اے ابوعبدالرحمٰنؓ!میری خواہش ہے کہ آپؓ روزانہ وعظ کیا کریں،تو انہوں نے فرمایا میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔میں بھی اسی طرح ناغہ کرکے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کرکے نصیحت سنایا کرتے تھے تاکہ ہم بیزار نہ ہوجائیں''۔

اس روایت سے بہر حال یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ دعوت وتبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔دعوت وتبلیغ میں دعوت کے پیش کرنے کا ڈھنگ اور اسلوب کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی داعی کو کسی قوم، قبیلے یا علاقے کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کو دعوت کے کسی نہ کسی اسلوب کی بھی تعلیم ارشادفرمائی۔چندمثالیں ملاحظہ ہوں:

اصول تدریج کی تلقین

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے مبلغین اسلام کو بھی اصولِ تدریج کی تلقین فرمائی۔حکمتِ تبلیغ کے ضمن میں داعی کا فرض ہے کہ تدریج کے پہلو کو نظر انداز نہ کرے۔تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ مخاطب کی

گردن پر نہ لا ددے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔تدریج کا یہ اصول فرداور قوم دونوں کے لئے ضروری ہے۔دین ایک نظام ہے اور اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوسکتے۔اسی حقیقت کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما نزل اول مانزل منه سورة من المفصّل فيها ذكر الجنة والنار،حتى إذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام،ولو نزل اول شئ: لاتشربوا الخمر لقالوا: لاندع الخمر ابدًا،ولو نزل :لاتزنوا،لقالوا:لاندع الزنا ابدًا(6)

''قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے،جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آ گئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔اگر بالکل شروع ہی میں حکم آ جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے''

اصول تدریج میں داعی احکام کی ترتیب کیا رکھے گا ؟اس کی وضاحت بھی خود زبانِ رسالت ﷺ نے فرمادی کہ سب سے پہلے توحید ورسالت کی دعوت دی جائے ،اس کے بعد عبادات ،عبادات میں بھی اہم ،پھراہم کے اصول کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو جب یمن دعوت وتبلیغ کیلئے بھیجا تو ان الفاظ میں تلقین فرمائی:

إنك ستأتي قوما من اهل كتاب فاذا جئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لاإله الاالله وان محمداً رسول اللهﷺ، فان هم اطاعوا لك بذلك فأخبر هم ان الله قد فرض عليكم خمس صلوات في كل يوم وليلة،فان هم اطاعوا لك بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليكم صدقة تؤخذ من اغنيائهم،فترد على فقرائهم،فان اطاعوا لك بذالك،فايّاك وكرائم اموالهم واتّق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب"(7)

''تم عنقریب اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے۔ جب تو ان کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ تیری یہ بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا اور جب وہ اس کو تسلیم کر لیں تو دیکھو چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لے لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں''

رفق ونرمی کی تلقین

داعی دعوت کا کوئی بھی اسلوب اختیار کرے جب تک وہ مخاطب سے نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بات نہیں کرے گا اس کی دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔ سختی اور شدت مخاطب کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ جس سے مخاطب اپنی ضد پر اڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً دعوت کا سارا فائدہ اور نصیحت کا سارا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے بدترین مخالفین سے بھی نرم انداز میں گفتگو کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ وہارونؑ کو فرعون جیسے باغی کے سامنے پیغامِ ربانی لے کر جانے کا حکم دیا تو یہ ہدایت بھی فرمائی:

اِذْهَبَـآ اِلٰی فِـرْعَـوْنَ اِنَّـہ‘ طَغیٰ فَـقُوْلَا لَہ‘ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہ‘ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشیٰ(8).

''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرم گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (اللہ سے) ڈرے''۔

دعوت وتبلیغ میں رفق ونرمی کی اس سے بہتر مثال نہیں ہوسکتی کہ نہ انبیاء سے بہتر کوئی داعی ہوسکتا ہے اور نہ فرعون سے بڑھ کر کوئی سرکش اور باغی ہوسکتا ہے۔ اگر ایسے مجرم کے سامنے وعظ ونصیحت کرتے وقت نرمی اختیار کرنے کا حکم ہے تو عام مجرم اور گمراہ لوگوں سے تو کہیں بڑھ کر نرمی اختیار کرنی چاہیئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مبلغ صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی ہی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ لوگوں کو مسلسل دعوت دیتے رہے لیکن قوم انکار کرتی رہی۔ بالآخر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا۔ میں نے ان کو بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ آپ ﷺ ان کے لئے بددعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے بددعا کرنے کی بجائے قبیلہ دوس کے لئے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم اھد دوسا، ارجع الی قومك فادعھم وارفق بھم(9)

''اے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما (طفیلؓ بن عمرو سے فرمایا) تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ ان کو دعوت دیتے رہو لیکن ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو''۔

چنانچہ مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ اسلوب کو اختیار کرنے کا نتیجہ انتہائی شاندار نکلا۔ کثیر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ۷ ھ میں جب حضرت طفیلؓ بن عمرو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے لوگ تھے۔(10)

رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن مرہ جہنی کو اپنے قبیلہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو ان کو دعوت وتبلیغ کا یہ اسلوب تعلیم فرمایا:

علیك بالرفق والقول السدید، ولا تکن فظا ولا متکبرا ولا حسودا(11)

"نرمی سے پیش آنا، صحیح اور سچی بات کرنا، سخت کلامی اور بدخلقی سے پیش نہ آنا، تکبر اور حسد نہ کرنا"۔

دعوت وتبلیغ میں حسنِ اخلاق اور نرمی کا اسلوب کس قدر مؤثر ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو دعوت وتبلیغ کے لئے یمن روانہ فرمایا، حضرت خالدؓ بن ولید نے بعض لوگوں کے ساتھ سختی کی جس کی وجہ سے چھ ماہ مسلسل کوشش کے باوجود بھی لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس بلالیا اور حضرت علیؓ کو بطور مبلغ روانہ فرمایا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے:

بعث رسول اللہ ﷺ علیاً الی الیمن وقد کان ارسل قبله خالدؓ بن الولید الیهم یدعوهم الی الاسلام فلم یجیبوه فارسل علیاًؓ وأمره ان یعقل خالداً ومن ساء من اصحابه ففعل، وقرأ علیؓ کتاب رسول اللہ ﷺ علی اهل الیمن فاسلمت همدان کلها فی یوم واحد (12)

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجا اور ان سے قبل آپ ﷺ خالدؓ بن ولید کو یمن دعوت وتبلیغ کے لئے بھیج چکے تھے لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو روانہ کرتے وقت نصیحت کی کہ وہ خالدؓ اور ان کے اصحاب کی وجہ سے (اہلِ یمن کے ساتھ) ہونے والی بدسلوکی اور نقصان کا تاوان ادا کریں (ان لوگوں سے نرمی کریں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو قبیلہ ہمدان سارے کا سارا ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا"۔

وہ لوگ جو چھ ماہ سے قبولِ اسلام سے انکاری تھے جب ان کے ساتھ نرمی کا اسلوب اختیار کیا گیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ ان چند روایات سے نرمی کے اسلوب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ترغیب وترھیب کی تلقین

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ بنی حارث بن کعب کے وفد کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن حزم الانصاری کو ان کا والی مقرر کیا تا کہ ان سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کروائیں۔ آپ ﷺ نے عمروؓ بن حزم کو بنی حارث کی طرف ایک طویل مکتوب دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اسلامی احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ ان کو دعوت میں ترغیب وترھیب کا انداز اختیار کرنے کا بھی حکم دیا۔

ویبشر الناس بالجنة وبعملها، وینذر الناس النار وعملها ویستألف الناس حتی یفقھوا فی الدین(13)	''لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں، دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تا کہ وہ ارکانِ دین کو اچھی طرح سمجھ لیں''

حضرت خالدؓ بن ولید، جن کو بنی حارث کی طرف تبلیغی مہم پر بھیجا گیا تھا، جب انہوں نے بذریعہ خط اپنی کامیابی کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مزید تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی فرمائی:

فبشّرھم وانذرھم (14)	''تم ان کو جنت کی خوشخبری دو اور ان کو دوزخ سے ڈراؤ''

موقع ومحل کا لحاظ رکھنے کی تلقین

ہر داعی اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کیا دعوت وتبلیغ کے لئے یہ وقت اور موقع مناسب ہے کیونکہ اگر مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو تو جذبے کی سچائی اور اندرونی لگن کے باوجود داعی کی دعوت غیر مؤثر ہوگی۔ اس وقت مناسب یہ ہوگا کہ داعی بحث کو بڑھانے کی بجائے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب کسی دوسرے موقع پر مخاطب کا ذہن نکتہ چینی کی طرف مائل نہ ہو تو پھر اس کے سامنے حق کو پیش کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا رَاَیتَ الَّذِینَ یَخُوضُونَ فِیٓ اٰیٰتِنَا فَاَعرِض عَنهُم حَتّٰی یَخُوضُوا فِی حَدِیثٍ غَیرِہٖ(15)	''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں نکتہ چینی کرر ہے ہیں تو ان سے اعراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں''

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے موقع بے موقع دعوت وتبلیغ جیسے نازل کام سے منع کیا ہے۔ جب مخاطب کسی کاروبار یا ایسی دلچسپی میں منہمک ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مخاطب داعی کی بات کو کبھی بھی دل کی گہرائیوں اور حقیقی جذبے سے نہیں سنے گا جو دعوت کی کامیابی کا سب سے لازمی عنصر ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو تلقین فرمائی کہ وہ دعوت وتبلیغ کے جوش میں ہر مجلس میں نہ گھس جایا کریں بلکہ پہلے حالات کا جائزہ لیں اگر دعوت کیلئے ماحول سازگار ہو تو دعوت دیں ورنہ مناسب وقت کا انتظار کریں۔

آسانی اور سہولت کی تلقین

دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیشِ نظر رکھنا دین کو درشت اور مشکل نہ بنانا اس کی قبولیت کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

ماخیّر رسول اللہ ﷺ بین امرین الا أخذ ایسر ھما مالم یکن اثما، فان کان اثما کان ابعد الناس منه، وما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسه الا ان تنتهك حرمة اللہ فینتقم للہ بها(16)	''رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو امور میں اختیار نہیں دیا گیا مگر یہ کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جبکہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپ ﷺ اللہ کے لئے انتقام لیتے''

انسان طبعاً سہولت پسند ہے اس لئے داعی کا فرض ہے کہ ۔۔۔ ین کو مشکلات کا مجموعہ نہ بنائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو دینی زندگی ۔۔۔ وں کیلئے آسان بنا کر پیش کرے۔دینی معاملات میں تشدد پسندی اور سختی سے حتی الوسع پرہیز کرے۔اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو جو حل سب سے آسان ہو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

دخل اعرابی المسجد والنبی ﷺ جالس فصلی، فلما فرغ قال:اللٰھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا أحداً،فالتفت الیہ النبی ﷺ فقال:لقد تحجرت واسعا،فلم یلبث ان بال فی المسجد!فاسرع الیہ الناس،فقال النبی ﷺاھر لیقوا علیہ سجلاً من ماء،او دلوا من ماء ،ثم قال ﷺ:انما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین(18)

''ایک دیہاتی مسجد میں آیا اس نے دو رکعتیں ادا کیں پھر کہنے لگا:اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر نہ فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے توجہ فرمائی اور فرمایا:تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔پھر اس نے جلدی سے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگ اس کی طرف (مارنے کی خاطر) دوڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے۔مشکل پسند نہیں۔اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو''

جہالت یا عدم واقفیت ایک مرض ہے۔اسے ایک قسم کی معذوری سمجھ کر ازالے کی کوشش کرنا ہی انسانیت کی خدمت ہے۔لیکن اس سے اظہارِ نفرت وانتقام گویا اس کی اصلاح کے تمام راستے بند کرنے والی بات ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن انسؓ قال رسول اللهﷺ: خیر دینکم ایسره، وخیر العبادة الفقه(19)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: تمہارا دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے''

چنانچہ رسول اللہﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن میں دعوتی مہم پر روانہ فرمایا تو ان کو اسی اسلوبِ دعوت کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

یسّرا ولا تعسّرا، وبشّرا ولا تنفّرا (20)

''دین کو آسان بنا کر پیش کرنا سخت بنا کر پیش نہ کرنا، لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا''

صحابہ کرامؓ نے اگر کبھی دینی معاملات میں اعتدال سے ہٹ کر تشدد کی راہ اپنائی تو آپﷺ نے انتہائی سختی سے منع فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل نے ایک مرتبہ انصار کو نمازِ مغرب پڑھائی اور قرأت کو خوب طول دیا۔ حضرت حازم انصاریؓ نہ ٹھہر سکے اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چل دیئے۔ حضرت معاذؓ بن جبل ان سے سخت ناراض ہوئے۔ حضرت حازمؓ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاذؓ ہمیں بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہﷺ نے حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

یا معاذؓ! أفتّان أنت؟ أفتّان أنت؟ اقرأ بکذا، اقرأ بکذا (21)

''اے معاذؓ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ اے معاذ لوگوں پر تخفیف کرو''

رسول اللہﷺ نے ثقیف پر حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کو امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا وہ خود فرماتے ہیں کہ آپﷺ نے مجھ سے جو آخری عہد لیا وہ یہ تھا:

یاعثمانؓ! تجوز فی الصلوٰة، واقدر الناس باضعفهم، فان فیهم الکبیر، والصغیر، والضعیف، وذا الحاجة(22)

''اے عثمانؓ! نماز ہلکی رکھنا اور لوگوں میں ان کے سب سے زیادہ ضعیف آدمی کو معیار بنانا، کیونکہ (نماز پڑھنے والے) لوگوں میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی، ضعیف بھی ہوتے ہیں اور صاحب ضرورت بھی''

شاہانِ حمیر نے قاصد کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف چند صحابہ کو محاصل جمع کرنے اور دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا، ان لوگوں میں حضرت معاذؓ بن جبل بھی تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روانگی کے وقت ان سے عہد لیا اور سہولت اور آسانی کا اسلوب اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

یسّر ولا تعسّر، وبشّر ولا تنفّر، وانك ستقدم علی قوم من اهل الکتاب، یسئلونك مامفتاح الجنة؟ فقل شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شریك له(23)

''آسانی پیدا کرنا، دشواری پیدا نہ کرنا، خوش رکھنے والی باتیں کرنا، نفرت دلانے والی باتیں نہ کرنا، تم اہلِ کتاب کے کچھ لوگوں کے پاس جا رہے ہو، وہ تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجی کیا ہے؟ تو تم کہنا: اس بات کی گواہی دینا کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے''۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے:

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں (باجماعت ادا نہیں کر سکتا)، کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے''۔

راوی کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن ہوئے۔ پھر فرمایا:

یاایها الناس! ان منکم منفرین، فایکم ماصلی بالناس فلیوجز، فان فیهم الکبیر والضعیف وذاالحاجة(24)

اے لوگو! تم میں کچھ لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں، جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر (قرأت وغیرہ) کرے، ان میں بوڑھے، کمزور اور کام والے بھی ہوتے ہیں''۔

مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنے کی تلقین:

دعوت وتبلیغ میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔اگر داعی عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کردے یا کسی صاحبِ علم اور دانشور شخص کو دعوت دیتے وقت گفتگو کا غیر علمی اور غیر عقلی اسلوب اختیار کرے،تو اس صورت میں دعوت کے مؤثر ہونے کی توقع رکھنا فضول ہے۔اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی استعداد اور نفسی کیفیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ ادا کرے۔داعی درحقیقت ایک بے مثال استاد اور مربی کی طرح ہے جو سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کے ذہنی پس منظر،اس کی استعداد اور اس کے مزاج کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔وہ ایک بدوی اور شہری، پڑھے لکھے اور ان پڑھ،اور عقل وتجربہ کے مختلف مدارج رکھنے والے انسانوں سے مختلف طریقوں اور اسالیب سے گفتگو کرتا ہے۔خود داعی اعظم ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کے ذہنی معیار کی رعایت فرمائی۔ اسی لئے ہر شخص آپ ﷺ سے مطمئن ہوتا تھا۔صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ مثالوں اور روزمرہ کے مشاہدات سے اس انداز میں استدلال فرماتے کہ بات سامع کے دل ودماغ میں اترتی چلی جاتی۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

ان أعرابيا أتى رسول الله ﷺ فقال: يارسول الله ﷺ! ان امرأتى ولدت غلاما اسود ،وانى انكرته، فقال له النبى ﷺ: هل لك من ابل؟ قال: نعم،قال! ماألوانها؟قال:حمر،قال: فهل فيها من أوراق؟ قال:نعم،قال:رسول الله ﷺ افأنى هو؟قال!العله،يارسول الله ﷺ! يكون نزعه عرق له ،فقال له رسول الله ﷺ! وهذا لعله ان يكون نزعه عرق له (25)

''ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی نے سیاہ بچے کو جنم دیا ہے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے رنگ کیا ہیں؟ اس نے کہا: سرخ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ان میں سے کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں سیاہی مائل بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں سے آ گیا؟ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! شاید ان کی کہیں اصل نسب میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ بھی کہیں اصل نسب میں ہوگا''۔

چنانچہ وہ بدو بالکل مطمئن ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ وہ لوگوں کی عقل اور ذہنی استعداد کے مطابق دعوت دیں۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں:

أمرنا ان نكلّم الناس على قدر عقولهم (26)

''آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کریں''

مخاطب کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھنے کی تلقین

داعی کا فرض ہے کہ وہ ممکن حد تک مخاطب کے معاشرتی وسیاسی مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ ایسے لوگ عزت افزائی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اگر داعی ان کے مقام ومرتبہ کو نظر

انداز کرے گا تو ممکن ہے کہ شیطان اسے گمراہ کر دے اور اسے حق بات سننے سے روک دے۔ اس لئے داعیِ حق کو چاہیئے کہ وہ ایک خاص حد تک ان کی اس کمزوری کا لحاظ رکھے تاکہ قبولِ حق میں ان کے اپنے نفس کی مزاحمتوں کے سوا داعی کی طرف سے کوئی جدید مانع پیدا نہ ہو جائے۔

خود رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل تھا کہ آپ ﷺ وفودِ عرب، جو عام طور پر قبائلی رؤسا اور سرداروں پر مشتمل ہوتے تھے، کی پیشوائی فرماتے، ان کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے، چنانچہ کئی وفود جو محض معاہدہ صلح کے لئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور عزت افزائی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کرلیا(27)۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کریں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

انزلوا الناس منازلهم (28) "لوگوں سے ان کی قدر و منزلت کے مطابق پیش آؤ"۔

مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھنے اور دعوت کو نرم انداز میں پیش کرنے کا جو حکم ہے اس کا جواز فقط اسی حد تک ہے جہاں تک حق کے وقار کو ٹھیس نہ پہنچے، اگر اس اسلوب کو اختیار کرنے سے دعوتِ حق کا وقار مجروح ہونے کا اندیشہ ہو تو داعی کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اعجاز و اختصار کی تلقین

داعی کے لئے اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ دعوت کی فضول تکرار اور بے فائدہ طولِ بیان کہیں لوگوں کو دعوت کے مضامین ہی سے متنفر نہ کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبے نہایت مختصر ہوا کرتے تھے اور بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے اختصار کو خطیب کی دانش مندی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ان من البیان سحرا (29) "بعض خطبے جادو ہوتے ہیں"

اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر داعی کا خطبہ مختصر، جامع اور بلیغ ہوگا تو وہ جادو کی طرح اثر کرے گا۔ جبکہ طویل خطبہ نہ صرف سامع کی طبیعت کو کند کر دے گا بلکہ دعوت کو قبول کرنے کی حس اور صلاحیت کو بھی ختم کر دے گا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دعوت

تبلیغ میں ہمیشہ اختصار سے کام لیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں:

امرنا رسول اللہ باقصار الخطب(30) "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ میں اختصار کا حکم فرمایا ہے"

حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک دفعہ خطبہ دیا تو آپؓ نے اپنے خطبہ میں اختصار سے کام لیا۔ قبیلۂ قریش کے ایک شخص نے کہا اگر آپؓ کچھ مزید فرماتے تو بہتر تھا، آپؓ نے جواب دیا:

ان رسول اللہ ﷺ نہی ان نطیل الخطبة(31) "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں طویل خطبے سے منع فرمایا ہے"

جبر و اکراہ سے اجتناب کی تلقین

اسلام کو جملہ الہامی وغیر الہامی مذاہب میں اس لحاظ سے انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی ترویج و اشاعت کے باقاعدہ اصول بیان کئے ہیں اور کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ دین ایسی چیز نہیں جس کو زبردستی کسی پر ٹھونسا جائے کیونکہ دین اسلام کا اولین جز و ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے قرآن کا واضح حکم ہے:

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ(32) "دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جس کو نہ صرف رسول اللہ ﷺ نے خود اختیار فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تلقین فرمائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب عمروؓ بن حزم کو بنو حارث بن کعب کی طرف دعوت و تبلیغ اور صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں یہ ہدایت واضح طور پر درج تھی:

.........وأنه من اسلم من يهودی او نصرانی اسلاما خالصا من نفسه،ودان بدين الاسلام ،فانه من المومنين ،له مثل مالهم،وعليه مثل ماعليهم،ومن كان على نصرانيته،أويهوديته،فانه لايردعنها(33)

".........اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنا دین بنالے وہ مومنوں میں شمار ہوگا،اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں پر ہوں گے اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس یہودیت یا نصرایت سے پھیرا نہ جائے گا"

مندرجہ بالاسطور کے مطالعہ سے دعوتِ دین میں اسلوبِ دعوت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف خود مخاطبینِ دعوت کے اعتبار سے دعوت کے مختلف اسالیب کو اختیار فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی دعوتِ دین میں مختلف اسالیب کی تلقین فرما کر اس کی اہمیت کی طرف واضح طور پر اشارہ فرمادیا۔

خلاصۂ بحث (دعوتِ دین میں اسلوبِ دعوت کالحاظ)

مخاطبینِ دعوت دو چیزوں سے فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں ایک داعی کا ذاتی کردار اور دوسرا اس کا بات کرنے کا انداز کہ وہ کس انداز میں اپنی دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔اس لئے ایک داعی کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کردے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مضامین دعوت کو لوگوں کے سامنے اس طریقے سے پیش کرے اور بات اس پیرائے میں کرے کہ ان پر حق پوری طرح آشکارا ہوجائے اور بات ہر خاص وعام کی سمجھ میں آجائے اور جن لوگوں کے دلوں میں قبولِ حق کی کچھ بھی صلاحیت اور تڑپ ہے وہ اس کو قبول کرلیں۔اس مقصد کے حصول کالازمی تقاضہ یہ ہے کہ دعوت کی زبان انتہائی مؤثر،داعی کا طرزِ کلام فطری اوراس کا اسلوب دلنشین ہو۔

ایک داعی کا کام یہ نہیں کہ وہ ایک مؤرخ کی طرح واقعات کو بیان کردے بلکہ اس کا کردار

ایک صحافی، فلسفی اور مقنن سے بالکل مختلف ہے۔ ایک طرف تو اس کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ زندگی کے تمام معاملات اس کے تحت آ جاتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مخاطبین میں مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے اور ان کی ذہنی استعداد بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اس لئے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخاطب کی صلاحیتوں کے اس اختلاف کو پیشِ نظر رکھ کر بات کرے، اور مخاطبین کے مذاق اور رجحان طبع کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کے مختلف اسالیب اختیار کرے اور اس کی طرف مختلف سمتوں سے آئے کہ نہ صرف اس پر حق واضح ہو جائے بلکہ اس پر اتمامِ حجت بھی ہو جائے۔ اگر داعی دعوت کا ایک ہی متعین اسلوب اختیار کرے گا تو اس کی ناکامی نوشتۂ دیوار ہے۔ کیونکہ اس کی یہ یک رنگی اس فطرت کے بالکل خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں طبیعتوں اور صلاحیتوں کے اختلاف کے ساتھ رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوتی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوتِ دین کا کوئی متعین اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ مخاطب کے حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو مناسب جانا اس اسلوب اور انداز کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اسلوبِ دعوت کی جو تلقین کی اس میں بھی جو تنوع ہے وہ مخاطبین دعوت کے اعتبار ہی سے ہے۔

> داعی کا کام مدعو کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے۔ اس لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں اس کے لئے داعی کا صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے، دعوتِ حق میں حکیمانہ اندازِ تخاطب کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول پیغمبرِ اسلام ﷺ کو سکھائے اور آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی۔ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ دعوت کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت، کے ساتھ بیان کر دینا، امتِ محمدیہ ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب، چاہے وہ الہامی ہو یا غیر الہامی، اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن نے خود دعوت کے اصول اور اسلوب کو بیان کیا اور

پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس پر عمل کر کے ایک عملی مثال قائم فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

(1) الانعام،٦:١٠٥

(2) سیرت النبی ﷺ، ٩١/٤

(3) النحل، ١٦:١٢٥

(4) محمد کرم شاہ، پیر، الازہری، ''ضیاء القرآن''، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ٢/٦١٧، ١٤٠٢ھ

(5) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، ح:٧٠، ص:١٧

(6) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، ح:٤٩٩٣، ص:٨٩٦
ایضاً، ح:١٤٩٦، ١٣٩٥، ٢٣٧٢، المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ح:٢٠٧٢، ١/٣٨٦

(7) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰؓ ومعاذؓ الی الیمن، ح:٤٣٤٧، ص:٦٠٣، ایضاً، ح:١٤٩٦، ١٣٩٥، ١٤٥٨، ٢٣٧٢،
المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ح:٢٠٧٢، ١/٣٨٦

(8) طٰہٰ، ٢٠:٤٣، ٤٤

(9) ابنِ ہشام، ''السیرۃ النبویۃ''، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ١/٤٢٢، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ١٩٩٥ء ابنِ اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، ''اسد الغابہ''، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ٣/٥٥، داراحیاء التراث العربی، بیروت،

(10) ابنِ ہشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ١/٤٢٣
اسد الغابہ، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ٣/٥٥

(11) ابنِ کثیر، ابوالفداء اسماعیل ابنِ عمر، ''البدایۃ والنھایۃ''، ٢/٣٥١، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ١٩٨٤ء

(12) ابنِ اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، ''الکامل فی التاریخ''، دارالکتب العربی، بیروت، ١٩٦٧ء، ٢/٢٠٥

(13) ابنِ ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب ٤/٢٥٠ تاریخ الامم والملوک، ٣/١٥٧ (واقعات سنہ ١٠ھ)

(14) ابنِ ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۲۴۹/۴ (15) الانعام، ۶: ۶۸

(15) الانعام، ۶: ۶۸

(16) الموطأ، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح: ۶۹۰، ص: ۵۵۵،
صحیح مسلم، ح: ۶۰۴۵
صحیح البخاری، ح: ۶۱۲۶

(17) ابن الاثیر نے ان اعرابی صحابی کا نام ذوالخویصرہ یمانی ذکر کیا ہے۔
(i) اسد الغابہ، تذکرہ ذوالخویصرہ الیمانی ۱۴۰/۲

(18) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی البول یصیب
الارض، ح: ۱۴۷، ج: ۷، ص: ۱۴۱

سننِ ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الارض یصیب البول، ح: ۳۸۰، ص: ۶۶
صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب یصیب الماء علی البول فی المسجد، ح: ۲۲۰، ص: ۴۱
ایضاً، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، ح: ۶۱۲۸
ص: ۱۰۶۸
صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ......... ح: ۶۶۱، ص: ۱۳۳
سننِ نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک التوقیت فی الماء، ح: ۵۶، ص: ۷

(19) ابنِ عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، ''جامع بیان العلم وفضلہ''، باب تفضیل العلم علی
العبادۃ، ۲۱/۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر،
ابن ہشام، امر وفد ثقیف واسلام ۱۹۵/۴

(20) ابنِ ہشام، وصیۃ الرسول معاذ احین بعثہ الی الیمین ۲۴۶/۴

(21) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب ھل یقضی القاضی اور یفتی وھو غضبان؟،
ح: ۷۱۵۹، ص: ۱۲۳۲
ایضاً، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القیام، ح: ۷۰۲، ۷۰۴، ۹۰، ۶۱۱۰
۷۰۴، ۹۰، ۶۱۱۰

(22) اسد الغابہ، تذکرہ عثمان بن ابی العاص ۳۷۲/۳

ابنِ ہشام، امر وفد ثقیف واسلامھا، ۱۹۵/۴، اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن ابی العاص، ۳۷۲/۳

(23) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فی الامر بالتیسیر ص:۷۶۹
صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا و لاتعسروا، ص:۱۰۶۸
سننِ ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ، ص:۱۲۳
اسد الغابہ، تذکرہ حازمؓ انصاری، ۳۶۰/۱
ابنِ ہشام، وصیۃ الرسول ﷺ معاذؓ احین بعثہ الی الیمن، ۲۴۶/۴

(24) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب ھل یقضی القاضی، اویفتی وھوغضبان؟، ح:۷۱۵۹، ص:۱۲۳۲
ایضاً، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القیام، ح:۷۰۲، ۷۰۴، ۹۰، ۶۱۱۰، ۹۰، ۶۱۱۰، ۹۰، ۶۱۱۰

(25) صحیح مسلم، کتاب اللعان، ح:۳۷۶۸، ص:۶۵۲
صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، ح:۵۳۰۵، ص:۹۴۸
ایضاً، کتاب الحدود، باب ماجاء فی التعریض، ح:۶۸۴۷، ص:۱۱۸۰
ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ اُصلاً معلوماً........ ح:۷۳۱۴، ص:۱۲۵۹
منتخب کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب فی الاخلاق محمودۃ، ح:۸۵۰۳، ۷۰/۴

(26) سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب ماجاء فی الشعر، ح ۵۰۱۱، ص:۷۰۵

(27) وفدِ اشجع معاہدہ صلح وامن کے لئے آیا تھا لیکن آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔(1)

(28) ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، ''الطبقات الکبریٰ''، وفد اشجع، ۳۰۶/۱، دارِ صادر بیروت، ۱۹۸۵ء

(29) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب، ح:۱۱۰۶، ص:۱۶۶

(30) احمد بن حنبل، مسند الامام، حدیث عمار بن یاسر، (۱۸۴۱۰) ۴۱۹/۵

(31) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب ح ۱۱۰۲، ص:۱۶۶

(32) البقرۃ، ۲:۲۵۶

(33) ابن ھشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۲۵۱/۴